رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ایڈیٹر سید سمیع علی احمدی

فاروق

قادیان

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷۔۱۴۔۲۱۔۲۸۔

جلد ۲۰ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء | نمبر ۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۹ مئی کو بوقت دس بجے شب کے مع الخیر سفر سندھ سے رونق افروز دارالامان ہوئے۔ حضور کی صحت بفضلہ تعالےٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

(۲) ۲۰ مئی کو بعد عصر عزیزم سید محمود اللہ شاہ صاحب کی دختر نیک اختر رقیہ بیگم صاحبہ سلمہا کا رخصتانہ ہوا۔ سیدۃ النساء حضرت مریم بیگم صاحبہ حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے اس تقریب پر احباب کو مدعو کیا گیا تھا جس میں حضرت امیر المؤمنین بھی تشریف فرما تھے۔ دعوت چاء نوشی سے سب کی تواضع کی گئی۔ اور حضور نے لمبی دعا فرمائی۔ ہم اس مبارک شادی کی مکرمی چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے ناظر اعلیٰ کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ کہ ان کا تعلق ایسے خاندان سے ہو گیا جو سلسلہ کیلئے باعث فخر ہے اور محترم حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب اور انکے تمام خاندان کیخدمتمیں ہی صدق دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ خداوند کریم اس تعلق کو جانبین کے لئے نہایت ہی بابرکت کرے۔ آمین۔

سمجھنا مت کہ یہ گوہر متاعِ رائگانی ہے

ہمیں خود یاد ہیں وہ دن کہ جینا ہم کو مشکل تھا
خدا کے فضل نے پکڑا ہمارا ہاتھ اُس دن سے
بھلا کیا بہتری ہے اس میں ہم شکوہ کریں اُسکا
ہمیں مطلوب ہے شفقت اُسے مطلوب ہے، طاعت
غلط کاری سے اپنی بام رفعت جو گرا بیٹھے
اُسی نے علم و حکمت کی ہمیں مشعل عنایت کی
بغور اے دوستو سُن لو مری پند شفیقانہ
اطاعت کیجئے اپنے ملک قیصر معظم کی!
شریروں کی شرارت سے ہمیں پرہیز ہے لازم
مکدر دل کو اسیں قیصر سے رکھنا ناسپاسی ہے
لباس طاعت قیصر تم اپنا زیب تن کر لو
دُعا ہے یہ رعایا کی مبارک ہو تجھے قیصر

ندائے یار کی بندش کی یاد ابتک کہانی ہے
کہ جب سے سایۂ قیصر کی چھتری سر پہ تانی ہے
کنارِ عاطفت میں جس کے اپنی زندگانی ہے
تقاضا ہے یہ ریوڑ کا ڈانداز شبانی ہے
اُسی کے دست شفقت نے بنا اگی اُٹھانی ہے
تو اَب ظلمت میں چلنا اپنی ہستی خود مٹانی ہے
سمجھنا مت کہ یہ گوہر متاعِ رائگانی ہے
وگرنہ اور کچھ ذلت ابھی تم کو اُٹھانی ہے
نہیں معلوم اس شر نے ابھی کیا خاک اُڑانی ہے
کہ پُر امن و امان جس کا یہ عہدِ حکمرانی ہے
کہ طاعت ہی نے تم کو ایکدن رفعت دکھانی ہے
ہر اک دن تیری راحت کا کہ تو راحت کا بانی ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

جلد ۲۰ ۔ قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ رمئی ۱۹۳۵ء ۔ نمبر ۷

کلام الامام امام الکلام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور نیز عام اطلاع کیلئے

چونکہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے خود غرض مخالف واقعات صحیحہ کو چھپا کر عام لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ایسے ہی دھوکوں سے متاثر ہو کر بعض انگریزی اخبارات جن کو واقعات صحیحہ نہیں مل سکے ہماری نسبت اور ہماری جماعت کی نسبت بے بنیاد باتیں شائع کرتے ہیں۔ سو ہم اسی اشتہار کے ذریعہ سے اپنی محسن گورنمنٹ اور پبلک پر یہ بات ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہم ہنگامہ اور فتنہ کے طریقوں سے بالکل متنفر ہیں۔ اور ہم اور ہماری جماعت اول درجہ پر امن اور صلح دوست اور خیر خواہ سرکار انگریزی ہیں۔ ہماری تعلیم یہی ہے کہ جو شخص ہم سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے تئیں ہر ایک شرارت اور جذبات نفسانی سے پاک کرے۔ اور اپنی نیک چلنی اور صبر اور حلم کا لوگوں کو نمونہ دکھاوے۔ اور کوشش کرے۔ کہ تا ایک راستباز اور بے شر انسان ثابت ہو۔ اور جہاں تک ممکن ہو ہر ایک دشمن اور یاوہ گو کی بدگوئی پر صبر کرے۔ اور ہر ایک اشتعال اور جذبہ نفسانیہ سے اپنے تئیں بچاوے۔ اور اپنی موت یاد رکھے۔ اور ایک غریب مزاج آدمی کی طرح اپنے تئیں بنائے رکھے۔ اور بندگان خدا کا سچا خیر خواہ اور تعصب سے دور رہے۔ یہ تو اخلاقی نصیحت ہے۔ اور ساتھ اس کے ۱۶ برس سے میں اپنی جماعت کو یہی سمجھا رہا ہوں۔ کہ گورنمنٹ انگریزی کے سچے خیر خواہ بنے رہو۔ اور دل سے اس کا شکر کرو۔ کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دور ہوئیں۔ ہم مظلوم تھے۔ ہمارے لئے عدالت کے دروازہ کھلے۔ ہم قیدیں تھے ہمارے لئے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے۔ اور پھر وہ قائم کئے گئے۔ کیا کوئی شریف انسان ایسی بد ذاتی کریگا کہ اپنے محسن سے دل میں کینہ رکھے اور نیکی کی جگہ بدی کرنے کے لئے تاکتا رہے۔ ہرگز نہیں۔ پس جو شخص ہم میں اور ہماری جماعت میں سے ہے۔ چاہیئے کہ وہ اس نصیحت کو ہماری آخری نصیحت سمجھے اور ہمیشہ مرتے دم تک اسی کا پابند رہے۔ اور جو شخص اس اصول کو اپنا دستور العمل نہ بناوے وہ ایک ناپاک طمع اور ہم سے خارج ہے اور ہم میں سے وہی ہے اور وہی ہوگا۔ جو اس نصیحت کا پابند رہے یہ وہ نصائح ہیں۔ جو بار بار ہم اپنی جماعت کو دیتے ہیں جن سے ہماری ۱۶ برس کی تالیفات بھری ہوئی ہیں۔ اور نہ صرف چھپکر بلکہ بہادر بن کر غیر ملکوں اور عربستان اور بلاد روم میں ہم نے اس رائے کو شائع کیا ہے اب نتیجہ نکالنے والے نکال لیں۔ کہ اس شد و مد سے دولت برطانیہ کے فرمانبردار ہونے کے لئے برابر ۱۶ برس سے نصیحت کرتے رہنا۔ اور غیر ملکوں تک کتابوں کو پہنچانا یہ کس کا کام ہے۔ آیا مخالف منافق کا یا سچے مخلص کا۔ اور مذہبی امور میں ہمارا طریقہ کسی وحشیانہ جوش پر ہرگز مبنی نہیں۔ ہاں یہ بات بالکل سچ ہے۔ کہ ہم توحید اور اُس پاک نبی سے پیار کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے دوبارہ سچے خدا کی شناخت دنیا میں قائم ہوئی۔ سو یہ سچائی سے پیار ہے۔ جو ہم میں ہے۔ اور ہمارے ساتھ جائے گا۔ ہاں یہ بھی سچ ہے۔ کہ محبت اور پیار سے اور رو رو کر یہ بھی دعا کرتے ہیں۔ کہ الٰہی ہمارے مخالفوں پر بھی یہ احسان کر کہ وہ تجھ کو پہچان لیں۔ اور دنیا میں ان کو خوش رکھ اور سعادت کے ابدی حصہ کی بھی توفیق بخش۔ اور یاد رہے۔ کہ ہمارا ہرگز یہ شیوہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں سے بحثیں کرتے پھریں۔ یا خود بخود کسی کے لئے پیشگوئیاں کریں۔ جب تک کسی کی طرف سے خود امر اور درخواست نہ ہو۔ اور نہ کوئی ہماری ایسی پیشگوئی شائع ہوئی جس کو کوئی منصف غور کرنے کے بعد باطل کہہ سکے۔ اور ہم انشاء اللہ دو ماہ تک ایک مبسوط مضمون میں اس کا ثبوت دینگے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

المشتہر

مرزا غلام احمد قادیانی۔

مورخہ ۷ ر فروری ۱۸۹۸ء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدمت اسلام و اشاعت سلسلہ کیلئے احمدی طلباء کے ولی جذبات کا آئینہ

۵ رمئی ۳۵ء کو طلباء جامعہ احمدیہ و مدرسہ احمدیہ نے ان چار مجاہدین اسلام کو جو تحریک جدید کے ماتحت بیرون ہند غیر ممالک میں روانہ ہوئے دعوت چاء دی تھی۔ جس میں سلسلہ کے اکثر احباب کو بھی دعا کے لئے اسموقعہ پر مدعو کیا تھا۔ بعد چاء نوشی دونوں دینی سکولوں کے طلباء نے جوان مجاہدین کے سامنے اپنا ایڈریس پڑھا وہ احمدی نوجوان طلباء کے ان دلی جذبات کا آئینہ ہے۔ جس میں خدمت اسلام اور اشاعت سلسلہ کے لئے مخلصانہ جوش اور امنگ جھلک رہی ہے۔ میں ناظرین فاروق کے لئے اس کو ذیل میں شائع کرتا ہوں۔ تاکہ وہ اپنے نونہالوں کے لئے پوری التزام کے ساتھ دعائیں کریں۔ کہ خدا تعالیٰ ہمارے نوجوان طلباء کو خدمت دین کے ایسے موقعے عطاء فرمائے۔ جو نصرت و کامیابی اور رضاء الٰہی کے مکمل جاذب و حامل ہوں۔ اور جو مجاہدین اس وقت راہ مولیٰ میں توکل بخدا خدمت دین کے لئے گئے ہیں۔ ان پر نصرتوں اور رحمتوں کی بارشیں برسائے اور فائز المرام شاد کام بخیریت تمام واپس لائے۔ آمین ؛

ایڈریس

صاحب صدر و مجاہدین کرام و معزز حضرات۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج یہ مجلس اس غرض کے لئے قائم کی گئی ہے کہ ہم اپنے ان خوش نصیب مجاہدوں کو جو خدا کی آواز کو غیر ممالک میں پہنچانے کے لئے ہندوستان سے باہر تشریف لے جا رہے ہیں۔ الوداع کہیں۔ اور ساتھ ہی ان کو اس بات پر مبارک باد بھی عرض کریں۔ کہ آپ لوگوں نے اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں کو چھوڑ کر اپنے پیارے اور واجب الاطاعت امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک ایسی سعادت کو حاصل کیا ہے۔ جس پر ہر ایک مومن رشک کرتا ہے۔ یعنی اسوقت جبکہ احمدیت کے مخالفین پورے زور کے ساتھ اس پودا کو کو لے کر کھڑے ہوئے۔ کہ وہ اس پودے کو جسے خدا نے اپنے ہاتھوں سے لگایا مسل دیں۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکے اس آسمانی آواز کا مقابلہ کر کے اسکو دبانے کی کوشش کریں۔ آپ نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا۔ کہ اپنے پیارے خدا کے پیاری پیغام کو سینے سے لگا کر دوسرے ممالک میں نکل جائیں اور ان لوگوں کو جو اپنے عہد کو بھول کر خدا سے دور جا پڑے ہیں۔ دوبارہ اس راہ پر قائم کریں۔ اور ان لوگوں کو جو شدت پیاس کی وجہ سے بیاباں میں بھٹک رہے ہیں۔ اس روحانی چشمہ کا پتہ دیں اور کہ ؎

نوا را تلخ ترے زن چو ذوق نغمہ کم یابی
سری را تیز ترے خواں چو محمل را گراں بینی

کے مطابق اپنے مخالفین کی مخالفت کا اس رنگ میں جواب دیں کہ پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ اور بڑھ چڑھ کر جہاں تک ہم سے ممکن ہو سکے خدا کے دین کی تبلیغ کریں۔ اور الاسلام یعلوا ولا یُعلیٰ کے مطابق اس روحانی جھنڈے کو کسی وقت اور کسی جگہ پر بھی نیچے نہ ہونے دیں۔

اے ہمارے معزز مجاہدین۔ آپ کی مثال ان مجاہدین اسلام کی سی ہے جنہوں نے اپنے محبوب آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خلوص دل کے ساتھ یہ عرض کیا تھا۔ کہ اے ہمارے اللہ ہمارے خدا کے محبوب۔ اگر آپ ہم کو حکم دینگے۔ کہ سمندر میں کود جاؤ۔ تو خدا کی قسم ہم سمندر میں کود پڑینگے۔ اور یہ سوال ہرگز نہیں کرینگے۔ کہ اس میں حضور کا کیا مقصد ہے۔ پس آپ حضرات کی مثال بعینہٖ ایسی ہی کیونکہ جب ہمارے مقدس امام نے ہم کو بلایا اور حکم دیا کہ اب ہمارا خدا ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ کہ ہم اس بات کا ثبوت پیش کریں۔ کہ واقعی ہم نے اس حقیقی تعلیم کو قبول کیا۔ اور عملی طور پر ثابت کریں۔ کہ تیرے دین کی حفاظت جس کو تو نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ ہم ہر وقت اور ہر حالت میں کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور ہماری زندگی اور ہمارا مال۔ ہماری عزت اور ہمارا آرام سب خدا کے لئے ہے۔ اور ہم اس بات کی انتظار میں تھے۔ کہ کب کوئی موقعہ میسر ہو۔ اور ہم اپنی اس قربانی کو خدا کے حضور گذاریں اور اس کے فضل کے امیدوار ہوں۔

یہ صحیح ہے۔ کہ آپ اس نئی تحریک کے ماتحت ایک بے سروسامانی کی حالت میں اس نور کو دنیا میں پھیلانے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور بظاہر وہ ملک غیر ہے۔ اور اس کے باشندے آپ سے ناآشنا۔ لیکن آپ نے ثابت کر دیا۔ کہ آپ لوگ موتوا قبل ان تموتوا کے حکم کی تعمیل کر کے اپنے اوپر اس موت کو وارد کر رہے ہیں۔ جس کے بعد ایک ایسی زندگی کی امید ہے کہ اس کے بعد فنا نہیں ؛

اے ہمارے خوش نصیب مجاہدو! یہ درست ہے۔ کہ آپ اپنے عزیزوں۔ رشتہ داروں۔ دوستوں اور وطن سے جدا ہو رہے ہیں۔ لیکن نہ اپنی کسی دنیاوی یا ذاتی اغراض کے لئے۔ بلکہ محض اس لئے کہ ہمارا خدا ہم سے یہ خواہش کرتا ہے۔ پس وہی خدا جب آپ کے نیک ارادوں کو دیکھے گا۔ تو اس کی رحمت جوش میں آئے گی۔ اور اس کی نصرت آپ کے شامل حال ہوگی اور آپ دیکھیں گے۔ کہ ان ممالک میں بھی ہمارے ہی خدا کی حکومت ہے۔ اور ؎

ہر ملک ملک ما ست کہ ملک خدائے ما ست

کے مطابق وہ ملک آپ کا وطن اور وہاں کے باشندے آپ کے عزیز اور دوست ہونگے۔ کیونکہ آپکے پاس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک ایسی خوشبو ہے۔ جس کی مہک سے ہر وہ انسان جو اس خوشبو کے سونگھنے کا ذرہ بھی احساس رکھتا ہے۔ وہ آپ کے پاس دوڑتا ہوا آئے گا۔ اور آپ سے اس کے حاصل کرنے کی درخواست کریگا۔

ہم اپنے معزز مبلغ جناب صوفی عبدالقدیر صاحب بی۔ اے کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ کہ خدا نے ان کو ان کی پہلی دینی خدمت کے انعام اور بدلے میں پھر دوبارہ اپنے پیارے دین کی خدمت کا شرف بخشا۔ اور ان کی پہلی خدمت کو قبول فرما کر ایک دفعہ پھر یہ سعادت حاصل کرنے کی توفیق بخشی۔

اور جناب صوفی عبدالغفور صاحب بی۔ اے کی خدمت میں بھی مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی اس زندگی کو چھوڑ کر جس میں ان کو ہر قسم کا آرام اور سکھ حاصل تھا اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش کرتے ہوئے خدا کی راہ میں ہر قسم کی تکلیف کو قبول کرنے پر تیار ہوئے۔ اے خدا تو ان کی اس قربانی کو قبول فرما۔ آمین۔

مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کو ہمیشہ سے یہ فخر حاصل رہا ہے۔ کہ اس زمانے کے ہادی اور مرسل حق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے اس درس گاہ کو قائم کیا تھا اس کے گئی ایسے معزز اور لائق افراد نکل چکے ہیں۔ جنہوں نے حتی الوسع اپنے آقا علیہ السلام کی غرض کو پورا کر کے اپنے حقیقی فرض کو ادا کیا۔ اور انہوں نے اس الٰہی حکم پر لبیک کہتے ہوئے اپنی اپنی سعادتمندی کا ثبوت دیا۔ پس یہ درس گاہ جس کے اکثر فرزندوں کو خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے ایسا موقعہ نصیب کیا۔ اپنے دو اور نونہالوں یعنی مولوی غلام حسین صاحب مولوی فاضل اور مولوی محمد عبداللہ صاحب اختر کو یہ مبارک موقعہ نصیب ہونے پر خدا کا ہزار ہزار شکر بجا لاتی ہے۔ کہ ان کو بھی خدا تعالےٰ نے اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرض کو پورا کرنے کی توفیق بخشی۔

اے ہمارے معزز اور خوش نصیب مبلغین! چونکہ آپ میں سے ہر ایک ایک معلم کی حیثیت میں باہر تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور لوگ آپ کے نمونہ میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تصویر کو دیکھیں گے۔ اور آپ کی تمام حرکات و سکنات میں وہ آپ کے پیارے آقا کی تعلیم کو تلاش کرینگے۔ لہذا ہم خدائے بزرگ و برتر سے دعا کرتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے اس آئینہ کو ایسا مصفےٰ اور صیقل کر دے۔ کہ ان لوگوں کو اس پاک سلسلہ کی صحیح تصویر نظر آ جائے۔ اور وہ آپ کے ذریعہ اس فوٹو کو دیکھ کر بے تابانہ طور پر اس پر فدا ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور پروانوں کی طرح دیوانہ وار اس نور کی مشعل پر نثار ہو جائیں۔ جسکو لیکر آپ جا رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ آپکی زبان میں ویسی صداقت اور اثر رکھ دے۔ کہ جس کے ذریعہ سے لوگ اس آسمانی آواز کی طرف دوڑتے ہوئے چلے آئیں اور خداوند تعالیٰ کی نصرت آپ پر نازل ہو کہ لوگ خدا کی نصرت کو آپ لوگوں کے شامل حال دیکھ کر اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ کہ واقعی ان باتوں میں ایک زندگی اور حقیقت ہے۔ اور انکو ماننا پڑے کہ یقیناً یہ تعلیم خدائے حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین۔

اس کے بعد ہم اپنے معزز مجاہدین سے یہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ آپ چونکہ میدانِ عمل میں آ کر ایک تجربہ حاصل کرینگے۔ اور ہر وقت اور ہر روز آپکے معلومات اور آپکے تجربات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اسلئے آپ ہمیں اپنے طریق عمل سے واقفیت حاصل کراتے رہیں۔ جس سے ہم کو معلوم ہوتا رہے کہ ایک مبلغ کو اپنی آئندہ زندگی میں کامیابی کی صورت پیدا کرنے کے لئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ اور ہمیں اپنی کوششوں کے صرف کرنے کا ابھی سے صحیح طریقہ معلوم ہو جائے۔ اور ہم اندازہ لگا سکیں۔ کہ ہمیں اپنا پروگرام کس صورت میں مرتب کرنا چاہیئے۔ اور ابھی سے ہم آپکے معلومات اور تجربات کی بنا پر اصلاح کر کے اس عظیم الشان مقصد کے لئے تیار ہو جائیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کی توفیق اور ہماری ان دعاؤں کو سن اور انکو قبولیت کا شرف بخش۔ آمین۔

آخر میں ہم پھر ایک دفعہ اپنے معزز مبلغوں صوفی عبدالقدیر صاحب بی اے اور صوفی عبدالغفور صاحب بی اے اور مولوی غلام حسین صاحب مولوی فاضل اور مولوی محمد عبداللہ صاحب اختر کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہوئے کہ خدا نے انکو اس خدمت کیلئے چن لیا الوداع کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ انکی روانگی سلامتی سے ہو اور انکی واپسی کامیابی اور کامرانی سے ہو اور انمیں سے ہر ایک کی خدمت میں دعائیہ عرض کرتے ہیں کہ

والسلام کی غرض کو پورا کرنے کی توفیق بخشی۔

خداوند تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہوئے ہم یہی امید رکھتے ہیں کہ وہ ہم کو ایسی خدمات بجا لانے کی توفیق بخشے گا۔ پس یہ درسگاہ یہ امید رکھتی ہے کہ آپ اسکے ساتھ اپنی تعلقات کو مضبوط رکھیں گے۔ اور اسکے فرزندوں کیلئے ہر بہتری کی تجویز سوچیں گے۔ اور ان کو کامیاب بنانیکے لئے ہر ضرورت جو آپ سے ہو سکے مہیا کریں گے۔ اور ان کیلئے بھی دعا کرینگے کہ خدا انکو ایسی خدمات بجا لانے کے قابل بنائے اور توفیق بخشے۔ بالآخر تمام حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ ان نیک اور لائق مبلغوں کی کامیابی کیلئے دعا فرمادیں کہ خدا تعالیٰ تمام ان خوبیوں سے انکو متصف کر دے کہ جو تعرف الٰہی کے جذب کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔ اور یہ اس نصرت کو اپنے ساتھ لیتے ہوئے دنیا کے قلوب پر فتح حاصل کریں۔ ہم آپکی خدمت میں یہ بھی عرض کرتے ہیں۔ کہ جہاں آپ لوگ مبشرین سلسلہ کی کامیابیوں کیلئے دعا فرمادیں وہاں ہمارے لئے بھی دعا فرمادیں کہ خداوند تعالیٰ ابھی سے ہمیں اس مقدس کام کے لئے تیار ہونیکی توفیق بخشے۔ اور ہماری ان آوازوں کو اپنی رضا کے ماتحت پورا کرے۔ اور ہماری روحوں کو ابھی سے اس طور پر تربیت فرمائے کہ ہم حقیقت میں اس قابل ہو سکیں کہ خدا کے مسیح کی آواز کو دنیا میں پہنچا کر اپنا فرض پورا کریں۔ اور ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے علم اور ہماری عزتیں کلمۃ اللہ کے بلند کرنے میں صرف ہوں۔ ہماری ابتدا اور انتہا اسی مبارک کام پر ہو اور بالآخر ہمارا اس دنیا سے خاتمہ اس طور پر ہو کہ ہم اپنی تمام خواہشوں اور ارادوں کو خدا کی خواہشوں اور ارادوں پر قربان کرنے والے ہوں۔ اور جو فرض ہم پر واجب ہے اسمیں کوتاہی کرنے سے خدا ہمیں محفوظ رکھے۔ اے خدا ہماری ان دعاؤں کو سن اور انکو قبولیت کا شرف بخش۔ آمین۔

—مدرسہ احمدیہ و جامعہ احمدیہ قادیان کے طلباء روانہ ہو رہے ہیں۔ فوٹو لیا گیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

ہدایات زرّین برائے احمدی مبلغین

(۲)

(فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ)

تبلیغ کی تقسیم

آگے پہنچانا دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک اصول کا پہنچانا۔ دوسرے فروع کا پہنچانا۔ غیر مذاہب کے لوگوں کے لئے تو اصول کی تعلیم پہنچانا ضروری ہے اور جو ماننے والے ہوں۔ ان کے لئے تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ فلاں بات کس طرح کرنی چاہیئے۔ اور فلاں کس طرح۔ اس لحاظ سے تبلیغ کی موٹی تقسیم یہ ہوئی۔ کہ ایک تو ان لوگوں کو تبلیغ کرنا جو اسلام کو نہیں مانتے۔ ان کو اصولی باتیں بتانی چاہئیں۔ اور دوسرے ان کو تبلیغ کرنا۔ جو مسلمان تو کہلاتے ہیں۔ مگر اسلام کی باتوں کو نہیں جانتے۔ یا جانتے ہیں۔ تو ان پر عمل نہیں کرتے۔ انکو اصول کے علاوہ فروع سے بھی آگاہ کرنا۔

غرض دو طرح کی تبلیغ ہوتی ہے۔ ایک ظاہر کے متعلق اور ایک باطن کے متعلق۔ وہ لوگ جو ابھی اسلام میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ ان کے تو قفل لگے ہوئے ہیں۔ جب تک پہلے وہ نہ کھلیں ان کے باطن میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کی بیرونی اصلاح کی ضرورت ہے۔ انہیں اصولی باتیں سمجھائی جائیں۔ مگر جو اپنی جماعت کے لوگ ہیں۔ ان کے تو قفل کھلے ہوئے ہیں۔ ان کی اندرونی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ ان میں روحانیت تقویٰ۔ طہارت اور پاکیزگی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مُبلّغ کے کام کی اہمیت

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ مبلغ کا فرض بہت بڑا ہوتا ہے۔ لوگ کسی ایک بات کو بھی آسانی سے نہیں مانتے لیکن مبلغ کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ ہزاروں باتوں کو منوائے پھر ایک آدمی سے منوانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ ساری دنیا کو منوایا جائے۔ انتظام کے طور پر اور کام چلانے کے لئے خواہ مبلغوں کے لئے علاقے تقسیم کر دیئے جائیں۔ مگر اصل بات یہی ہے۔ کہ جو ضلع گورداسپور میں تبلیغ کرتا ہے۔ وہ اسی ضلع کا مبلغ نہیں ہے۔ بلکہ ساری دنیا کا مبلغ ہے۔ اسی طرح ضلع لاہور میں جو تبلیغ کرتا ہے۔ وہ لاہور کا مبلغ نہیں ہے۔ بلکہ ساری دنیا کا مبلغ ہے۔ کیونکہ مبلغ کے لئے کوئی خاص علاقہ مقرر نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن کریم میں یہی بتایا گیا ہے کہ مبلغ کا علاقہ سب دنیا ہے۔

غرض مبلغوں کا کام بہت بڑا ہے۔ اور اتنا بڑا ہے۔ کہ حکومتیں بھی اس کام کو نہیں کر سکتیں حکومتیں زور سے یہ باتیں منواتی ہیں۔ کہ چوری نہ کرو۔ قتل نہ کرو۔ ڈاکہ نہ ڈالو۔ مگر ان باتوں کو لوگوں کے دلوں سے نہیں نکال سکتیں۔ حکومتیں یہ تو کر سکتی ہیں۔ کہ مجرم کو پھانسی پر چڑھا کر مار دیں۔ لیکن یہ نہیں کر سکتیں۔ کہ جرم کا میلان دل سے نکال دیں۔ مگر مبلغ کا کام دل سے غلط باتوں کا نکالنا اور ان کی جگہ صحیح باتوں کو داخل کرنا ہوتا ہے پس مبلغ کا کام ایسا مشکل ہے۔ کہ حکومتیں بھی اس کے کرنے سے عاجز ہیں۔ اور باوجود ہتھیاروں۔ قید خانوں۔ فوجوں۔ مجسٹریٹوں اور دوسرے ساز و سامان کے عاجز ہیں۔

مبلّغ کے مددگار

جب مبلغ کا کام اس قدر وسیع اور اس قدر مشکل ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کام کو کیونکر کر سکتا ہے۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ خدا جس نے یہ کام بندوں کے ذمہ لگایا ہے اس نے ان کو بے مددگار نہیں چھوڑا۔ اگر مبلغ بے ساتھی و مددگار کے ہوتا۔ تو اتنے بڑے کام کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ کر سکتا۔ مگر خدا تعالےٰ نے مبلغ کو دو مددگار دیئے ہیں۔ جن کی امداد سے وہ تبلیغ کر سکتا اور کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس کے راستہ میں روکیں آتی ہیں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ مگر ان دو مددگاروں سے کام لے کر وہ سب روکوں کو دور کر سکتا ہے۔

وہ مددگار کونسے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام تو عقل ہے اور دوسرے کا نام شعور۔ جب مبلغ ان دو مددگاروں کی مدد حاصل کر لیتا ہے۔ تو پھر اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

آگے چلکر میں تشریح کروں گا۔ کہ عقل سے میری کیا مراد ہے۔ اور شعور سے کیا۔ اس جگہ اتنا ہی بتاتا ہوں۔ کہ یہ مبلغ کے مددگار ہیں۔ جب کوئی تبلیغ کے لئے جائے۔ تو ان کو بلائے۔ اور جب ان کی مدد اسے حاصل ہو جائے گی۔ تو وہ وہ کام بہت خوبی کے ساتھ کرے گا۔ جو حکومتیں بھی نہیں کر سکتیں۔

عقل کی مدد سے مراد

ہر ایک انسان میں خدا نے عقل بھی پیدا کی ہے اور شعور بھی۔ عقل سے میری مراد وہ مادہ اور انسان کے اندر کی وہ طاقت ہے۔ جس کے ذریعہ انسان دلائل کے ساتھ معلوم کرتا ہے کہ فلاں بات درست ہے یا غلط۔ بے شک بعض دفعہ انسان ضدی بن جاتا ہے۔ اور ایک بات کو صحیح اور درست جانتا ہوا اس کا انکار کر دیتا ہے۔ لیکن یہ حالت بہت گندا اور بہت دیر کی گمراہی کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ کثیر حصہ لوگوں کا ایسا ہی ہے۔ کہ عقل کے فیصلہ کا مقابلہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں کرسکتا۔ جب اس کے سامنے ایسی باتیں پیش کی جائیں۔ جو عقلی طور پر صحیح ثابت ہوں۔ تو وہ ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جن باتوں کو عقلی لحاظ سے ایک مبلغ معقول اور مدلل سمجھتا ہے ان کو دوسرے لوگ بھی معقول سمجھتے ہیں۔ بشرطیکہ اندھے کی بصارت کی طرح ان کی عقل بالکل مردہ نہ ہوگئی ہو۔ اور وہ اس کو بالکل مار نہ چکے ہوں۔ مگر جس طرح اندھے بہت کم ہوتے ہیں۔ اور عموماً لوگ عقل کو مارتے نہیں۔ کیونکہ انہیں اس سے دنیاوی کام بھی کرتے ہوتے ہیں۔ پس لوگ عقل سے ضرور کام لیتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے ایسی باتیں پیش کی جائیں۔ جو عقلی طور پر معقول ہوں۔ تو وہ عقل سے کام لے کر ان کو تسلیم کرلیتے ہیں۔ اور چونکہ خدا تعالےٰ نے عقل کے بہت سے دروازے رکھے ہیں۔ اس لئے کسی نہ کسی دروازہ سے حق اندر داخل ہو ہی جاتا ہے۔ اس لئے ہر ایک مبلغ کو چاہیئے۔ کہ اس سے ضرور کام لے۔ یعنی لوگوں کے سامنے ایسے دلائل پیش کرے۔ جن کو عقل تسلیم کرتی ہے۔ اُس ذریعہ سے وہ بہت جلدی دوسروں سے اپنی باتیں منوالیگا۔ اور وہ کام کرلے گا۔ جو حکومتیں بھی نہیں کرسکتیں۔ ابھی دیکھ لو۔ کچھ لوگوں نے غلط طور پر عام لوگوں کے دلوں میں یہ خیال بٹھا دیا ہے کہ گورنمنٹ سے اہل ہند کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا بلکہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ گورنمنٹ کے پاس طاقت ہے۔ سامان ہے۔ مگر وہ روک نہیں سکتی۔ کہ یہ خیال لوگوں کے دلوں میں نہ بیٹھے۔ وجہ یہ کہ اس خیال کے بٹھانے والے تو عقلی دلائل سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ ان سے کام نہیں لے رہی۔ اس لئے اس کا کچھ اثر نہیں ہو رہا۔ تو عقلی دلائل سے کام لینے پر بہت اعلےٰ درجہ کے نتائج نکل سکتے ہیں۔

شعور کی مدد سے مراد

اس سے بڑھ کر شعور ہے۔ مگر جہاں عقل کی نسبت آزیادہ نتیجہ خیز ہے۔ وہاں خطرناک بھی ایسا ہے کہ جس طرح بعض اوقات ڈائنامیٹ چلانے والے کو بھی ساتھ ہی اڑا کرلے جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کام لینے والے کو اُڑا کرلے جاتا ہے لوگوں نے شعور کی مختلف تعریفیں کی ہیں مگر میری اس سے مراد اس حس سے ہے۔ جو فکر اور عقل کے علاوہ انسان کے اندر رکھی گئی ہے۔ اور جس کا تعلق دلائل عقلیہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کی اندرونی حسوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جسے ہم جذبات کہہ سکتے ہیں۔ جیسے محبت ہے غضب ہے۔ شہوت ہے۔ خواہش بقا ہے۔

بہت دفعہ عقلی دلائل سے کسی مسئلہ کو ثابت کرنے سے اس قدر اس کی طرف میلان یا اس سے نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ مگر ان جذبات کو اُبھار دینے سے انسان فوراً بات کو قبول کرلیتا ہے۔ اور ان احساسات کو ابھار کر بڑے بڑے کام لئے جا سکتے ہیں۔ اور لئے جاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ ایک گھڑی میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھا ہوگا۔ کہ کہیں بحث ہو رہی ہے۔ جب مولوی دیکھے۔ کہ میں ہارنے لگا ہوں۔ تو وہ کہدے گا۔ مسلمانو! تمہیں شرم نہیں آتی۔ رسول کریمؐ کی ہتک ہو رہی ہے۔ تم خاموش بیٹھے سُن رہے ہو یہ سُنکر سب کو جوش آجائیگا۔ اور وہ شور ڈال دیں گے۔ چاہے ہتک ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو جذبات جس وقت اُبھر جاویں۔ تو غلط اور صحیح کی ہی تمیز نہیں رہتی۔ اور ایک رَو چل پڑتی ہے جس میں لوگ بہنے لگ جاتے ہیں۔ غلط طور پر اس سے کام لینا جائز نہیں۔ لیکن جب عقل اس کی تائید کرتی ہو۔ اور حق اور صداقت کے لئے حق اور صداقت کے ساتھ کام لیا جائے۔ تو اس کا استعمال جائز ہے۔ بلکہ بسا اوقات ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس طریق سے بہت کام لیا گیا ہے۔ اور پھر حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اس سے خوب ہی کام لیا ہے۔ آپ وفات مسیح کے متعلق دلائل لکھتے لکھتے یہ بھی لکھ جاتے ہیں۔ کہ رسول کریمؐ تو زمین میں دفن ہوں۔ اور حضرت عیسےٰ آسمان پر بیٹھے ہوں۔ ایک مسلمان کی غیرت اس بات کو کس طرح گوارا کرسکتی ہے! یہ وفات مسیح کی عقلی دلیل نہیں۔ لیکن ایک روحانی دلیل ہے اور اس سے جذبات بھی اُبھر آتے ہیں۔ اور اس کا جس قدر دلوں پر اثر ہوتا ہے۔ ہزارہا دلیلوں کا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے وہ میلان طبعی جو نسلاً بعد نسلٍ اسلام سے تعلق رکھنے کے سبب سے ایک مسلمان کے دل میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے۔ وہ خود بخود جوش میں آجاتا ہے اور اور کسی بات کو سامنے نہیں آنے دیتا۔

حضرت صاحب کی تمام کتابوں میں یہی بات ملتی ہے۔ اگر عقلی دلائل اور شعور سے کام لینے کے دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر دیکھیں۔ تو دونوں پائے جاتے ہیں۔ اور اگر صرف عقلی دلائل کو مدنظر رکھیں۔ تو ساری کتاب میں عقلی دلائل ہی نظر آتے ہیں اور اگر جذبات کے پہلو کو مدنظر رکھ کر دیکھیں۔ تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ساری باتیں ایسی ہیں۔ جن کے ذریعہ جذبات کو تحریک کی گئی ہے۔ ہر ایک شخص کی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاسکتی۔ اور یہ حضرتؑ صاحب کے قادر الکلام ہونے کا ثبوت ہے۔ آپؑ نے عقلی دلائل اور جذبات کو ایسے عجیب رنگ میں ملایا ہے۔ کہ ایسا کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ لیکن گو ہر ایک اس طرح نہیں کرسکتا۔ مگر یہ کر سکتا ہے۔ کہ ان سے الگ الگ طور پر کام لے۔ عقلی دلائل سے الگ کام لے۔ اور جذبات سے الگ

حضرت صاحبؑ نے ہر موقعہ پر جذبات کو اُبھارا ہے۔ اور کبھی محبت کبھی غضب کبھی غیرت کبھی بقائے نسل کے کبھی حیا کے جذبات میں حرکت پیدا کی ہے۔

چنانچہ آپ نے عیسائیوں کو مخاطب کرکے لکھا ہے۔ کہ کیا تم لوگ مسیح کی نسبت صلیب پر مرنے کا عقیدہ رکھ کر اسے ملعون قرار دیتے ہو۔ اس پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غور کرو۔ اور سوچو۔ اس طرح ان کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت کے جذبات کو پیدا کر دیا گیا۔ اور اس جائز محبت کے جذبات کے ذریعہ اس ناجائز محبت کے جذبات کو کہ انہوں نے مسیح کو خدا سمجھ رکھا ہے۔ کاٹ دیا گیا۔

دونوں مددگاروں سے اکٹھا کام لینا چاہیئے

غرض خدا تعالےٰ نے مبلغ کو یہ مددگار اور ہتھیار دیئے ہیں۔ (۱) دلائل عقلی پیش کرنا (۲) جذبات کو صحیح اور درست باتوں کے متعلق ابھارنا ان میں سے اگر کسی ایک کو چھوڑ دیا جائے۔ اور اس سے کام نہ لیا جائے۔ تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اگر صرف جذبات کو ابھارنا شروع کر دیا جائے۔ اور دلائل دینے چھوڑ دیئے جائیں۔ تو بہت نقصان ہوگا۔ کیونکہ جب لوگ عقلی دلائل کو چھوڑ دیں گے۔ تو پھر ایسی حالت ہو جائے گی۔ کہ وہ ہمارے کام کے بھی نہ رہیں گے۔ اور اگر خالی دلائل سے کام لیا جائے۔ تو ہمارے مبلغ صرف فلاسفر بن جائیں گے۔ دین سے ان کا تعلق نہ رہے گا۔ اور اس طرح بھی نقصان ہوگا۔

اِن باتوں کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے

پس اعلےٰ نتائج پیدا کرنے کے لئے ان دونو ذریعوں سے کام لینا ضروری ہے۔ مگر یہ بھی اسی وقت کام دے سکتے ہیں۔ جبکہ انسان خود نمونہ کے طور پر بن جائے۔ تم دلائل عقلی پیش کرو۔ مگر تمہاری اپنی حالت ایسی نہ ہو۔ کہ دیکھنے والے الجھیں کہ عقلاً تم جس بات پر قائم ہو اس سے تم کو فائدہ نہیں ہے۔ تو ان پر کبھی ان دلائل کا خاص اثر نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر تم پر ان دلائل نے کوئی اثر نہیں کیا تو خوب یاد رکھو۔ کہ تمہاری کوئی دلیل دوسروں پر بھی کوئی اثر نہ کرے گی۔ تم جو دلائل دو۔ پہلے اپنے آپ کو ان کا نمونہ بناؤ۔ اپنے اوپر ان کا اثر دکھاؤ۔ اور پھر دوسروں سے ان دلائل کے تسلیم کرنے کی توقع رکھو۔ اسی طرح جذبات کا حال ہے۔ جذبات کو ابھارنے والی وہی تقریر اثر کرے گی کہ جس وقت انسان تقریر کر رہا ہو۔ اس کے اپنے دل میں بھی ایسے ہی جذبات پیدا ہو رہے ہوں۔ کیونکہ دوسروں کے جذبات اس وقت تک نہیں اُبھر سکتے۔ جب تک ظاہری الفاظ کے ساتھ اندرونی جذبات بھی نہ ہوں۔ اِس لئے اپنے دِل میں بھی ان جذبات کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ ورنہ ایسی تقریر کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اسی طرح عقلی دلائل اس وقت تک اثر نہ کریں گے۔ جب تک ان کے ماتحت انسان خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کرے گا۔ اگر انسان خود تو ان دلائل کے ماتحت تبدیلی نہ کرے۔ اور دوسروں کو کہے تو وہ ہرگز اس کی باتوں کی طرف توجہ نہ کریں گے۔ اور اس کی مثال ایسی ہی ہوگی۔ جیسا کہ کہتے ہیں کسی لومڑ کی دُم کٹ گئی تھی۔ اس نے اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے تجویز کی۔ کہ سب کی دُمیں کٹانی چاہئیں۔ اس نے دوسرے لومڑوں کو بتایا۔ کہ کہ دُم کی وجہ سے ہی ہم قابو آتے ہیں۔ اس کو کٹا دینا چاہیئے۔ تاکہ ہم پکڑے نہ جائیں۔ یہ سن کر سب کٹانے کے لئے تیار ہو گئے۔ کہ ایک بوڑھے لومڑ نے کہا۔ ذرا تم خود تو دکھاؤ۔ کہ تمہاری دُم ہے یا نہیں۔ اگر ہے۔ تو ہم سب کٹانے کے لئے چلیں۔ اور اگر تمہاری پہلے ہی کٹی ہوئی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تم ہماری بھی کٹوانی چاہتے ہو۔ باقی یونہی باتیں باتیں ہی ہیں۔

تو عقلی دلائل کا اس وقت تک اثر نہیں ہوتا۔ جب تک کہ خود دلیل دینے والے میں اس دلیل کا ثبوت نہ پایا جاتا ہو۔ ایسی صورت میں لوگ یہی کہیں گے۔ کہ بے شک دلیل تو معقول ہے۔ مگر یہ بتاؤ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ اور تم نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا اگر نتیجہ کچھ نہیں۔ اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ تو پھر کیوں ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تمہارے مذہب کو قبول کریں۔ اور خواہ مخواہ نقصان اُٹھائیں۔

اسی طرح جذبات کو اُبھارتے وقت اگر صرف الفاظ استعمال کئے جاویں۔ اور ان کے ساتھ روح نہ ہو۔ تو وہ الفاظ بھی اثر نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہوتی ہے۔ کہ بہت لوگ جو بڑے زور شور سے تقریریں کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ مگر جن مقرروں کے اپنے جذبات اُبھرے ہوئے ہوں۔ خواہ کسی سچی وجہ سے یا جھوٹی وجہ سے ہی۔ ان کے الفاظ اثر کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی سمجھے۔ کہ مجھے دُکھ پہنچا ہوا ہے حالانکہ دراصل ایسا نہ ہو۔ تو بھی اس کا اثر اس کی آواز میں پایا جائے گا۔ اور پھر سننے والوں پر ہوگا۔ اس کے بالمقابل اگر کسی کو فی الواقع کوئی تکلیف پہنچی ہو۔ لیکن اس کا قلب اسے محسوس نہ کرتا ہو۔ تو کوئی اس کی باتوں سے متاثر نہ ہوگا۔

پس دوسروں کے جذبات ابھارنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ جب انسان بول رہا ہو۔ تو اس کے اپنے جذبات بھی اُبھرے ہوئے ہوں۔ مثلاً جب کوئی مبلغ مسلمانوں میں تقریر کر رہا ہو۔ اور کہہ رہا ہو۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کسی کو فضیلت نہ دینی چاہیئے۔ ان کی عزت ان کا رتبہ ان کا درجہ سب انبیاء سے اعلےٰ ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں بھی موجزن ہونی چاہیئے۔ اور اس کے دل سے بھی جذبات کی لہر اُٹھنی چاہیئے۔ تب دوسروں پر اثر ہوگا۔ مسمریزم کیا ہے۔ یہی کہ جذبات کو اُبھارنا۔ اور شعور کا دِل سے کام لینا۔ اس کی بڑی شرط یہی ہے۔ کہ جس شخص کو سلانا ہو۔ اس کے سامنے کھڑے ہو کر انسان یہ یقین کرے۔ اور اس حالت کو اپنی آنکھوں کے سامنے لائے۔ کہ وہ سو گیا ہے جب یہ کیفیت کسی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ تو دوسرا آدمی فوراً سو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے قلب میں جو کیفیت بھی پیدا کر لی جائے۔ اس کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اثر دوسروں پر ضرور ہو جاتا ہے۔

غرض تبلیغ کرنے والوں کے لئے یہ دونوں باتیں نہایت ضروری ہیں۔ کہ وہ عقلی دلائل کا ظاہری نمونہ بھی ہوں۔ اور پھر جذبات بھی ان میں موجود ہوں یوں تو ہر وقت ہی ہوں۔ مگر تقریر کرتے وقت خاص طور پر اُبھرے ہوئے ہوں۔

جو باتیں میں نے بتائی ہیں۔ یہ تو اصولی ہیں۔ اب میں کچھ فروعی باتیں بتاؤں گا۔ جو ہر ایک مبلغ کو یاد رکھنی چاہئیں۔ (باقی دارد)

تین لاجواب کتابیں

آئینہ حق نما بجواب الہامات مرزا} مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث امرتسری کے مایہ ناز رسالہ کا مکمل مفصل مدلل اور معقول ناقابل تردید جواب ہے جسکو حضرت خلیفۃ المسیح اول نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ کے ملاحظہ کے بعد طبع کرایا اور سلسلہ کے مشہور اہل قلم مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم نے تصنیف فرمایا۔ بڑی ضخیم کتاب ہے ۳۶۴ صفحات پر ہے۔ اس کی چند جلدیں دستیاب ہو گئی ہیں نایاب کتاب ہے۔ شائق جلد منگالیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔

التشریح الصحیح} حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جن ۲۹ الہامات پر ہمیشہ غیر احمدی مولوی اعتراضات کرتے رہتے ہیں ان کا قابل دید جواب تحقیقی اور الزامی مکرمی مولوی فضل دین صاحب پلیڈر نے بڑی محنت اور ہزارہا کتابوں کی ورق گردانی کر کے لکھا تھا۔ جس کے چند نسخے باقی رہ گئے ہیں جلد منگالیں۔ قیمت صرف آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک ہے۔

اظہار الحق} یہ وہ معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ جس میں غیر احمدی علماء حال کی ان تمام وجوہات کفر کا تحقیقی والزامی جواب دیا گیا ہے۔ جن کی بنا پر وہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور بروئے قرآن و شریعت اسلام پر زور دلائل سے احمدیوں اور بانی سلسلہ احمدیہ کے اسلام کا ثبوت دیا گیا ہے اور بطور تحریری بیان کے عدالت میں بہاولپور کے مقدمہ نکاح میں اس کو پیش کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر علاوہ محصولڈاک ؛ پتہ۔ منیجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

دیانندی شن!

پیدائش عالم

(۲)

علت اور معلول ہم عمر نہیں ہو سکتیں

میں علت اور معلول کے ہم عمر نہ ہونے کو ذرا اور تشریح سے عرض کرتا ہوں۔ تاکہ اس جال میں پھنسے ہوئے رہائی پائیں۔ میں پہلے دکھا چکا ہوں۔ کہ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں تسلیم کر لیا ہے کہ علت معلول سے پہلے ہوتی ہے۔ اب میں سانکھ درشن صفحہ ۱۱ مترجمہ سوامی درشنانند جی مہاراج سے اس مسئلہ کو دکھاتا ہوں۔ سانکھ کا مصنف لکھتا ہے کہ

"جو چیزیں ایک ساتھ پیدا ہوتی ہیں ان میں کارن کاریہ کا تعلق نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس قسم کی کوئی مثال دنیا میں موجود نہیں جس سے معلوم ہو کہ کبھی کارن اور کاریہ (علت و معلول) ایک ساتھ پیدا ہوئے ہوں"

سانکھ کی عبارت صاف ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ ماننا کہ جس وقت سے علت ہے اسی وقت سے معلول بھی ہے۔ یہ امر غلط ہے ہر حالت میں معلول کا علت کے بعد ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا عبارت ایک ایسے شخص کے رد میں لکھی ہے۔ کہ جو علت اور معلول کو ایک ہی لمحہ میں پیدا ہونے والا مانتا ہے۔ سانکھ میں اصل الفاظ جو مذکورہ بالا عبارت کے پہلے ہیں یہ ہیں۔

"اگر مٹی اور گھڑے کی پیدائش بھی ایک ہی لمحہ میں مانیں تو یہ دوش ہوگا"

اب اس عبارت کے ساتھ پہلی عبارت ملا کر دیکھو تو ہمارا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ جس طرح دو ایک ہی وقت سے شروع ہونے والے امور میں کارن و کاریہ (علت و معلول) کا تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح پرواہ سے انادی سلسلہ اور خدا جو انادی ہے۔ دونوں میں علت و معلول کا تعلق نہیں بلکہ یہ سلسلہ خود بخود ہے۔ اور ہمیں سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب سماجی مادہ اور روح کی صفات کو بھی قدیم مانتے ہیں۔ اور سلسلہ کو بھی پرواہ سے انادی مانتے ہیں پھر انہیں یہ کیا مصیبت پڑی ہے۔ کہ وہ ایک غیر ضروری وجود کو جو ان کے خیال میں پرمیشر ہے۔ کیوں مانتے ہیں۔ کیونکہ یہ ماننا کہ اس سلسلہ کو خدا نے بنایا ہے۔ یہ تو اس بات کی تردید ہے۔ کہ یہ سلسلہ پرواہ سے انادی ہے۔ پس جو انادی ہے۔ اس کا فاعل کون ہو سکتا ہے۔ اور اگر بایں ہمہ یہ مانتا ہی ہے کہ انادی سلسلہ کا بھی کوئی فاعل رہے۔ تو بتاؤ انادی مادہ اور روح کا فاعل بھی کیوں خدا کو مان نہیں لیتے۔

خدا فاعل بالمخاصہ ہے یا فاعل بالارادہ

ہاں مجھے اب ستیارتھ پرکاش کے مضمون پر ذرا غور کرنا ہے۔ سوامی جی کا مطلب تو یہ ہے کہ جب سے خالق تب ہی سے مخلوق ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں "جیسے پرمیشر کے اوصاف افعال و عادات ازلی ہیں۔ ویسے ہی اس کے دنیائی پیدائش قیام اور پرلے کرنا ازلی ہیں" میں ایک پہلو سے تو اس کا جواب دے ہی چکا ہوں۔ یعنی یہ کہ جس کی پیدائش ہوئی اس کی ابتدا ساتھ ہی ہوئی۔ پیدائش کا لفظ ہی سلسلہ عالم کے آغاز پر کافی دلیل ہے۔ اور پھر پرلے اس آغاز کے اختتام کی دلیل ہے۔ اور یہ ایک دھوکہ ہے کہ سلسلہ عالم کا آغاز نہیں ہے۔ اب دوسرا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پہلو اس بحث کا یہ ہے۔ کہ ہم غور کریں۔ کہ خدا فاعل بالخاصہ یا فاعل بالارادہ ہے یعنے کیا خدا کے جتنے کام ہیں وہ اس سے اس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ جیسے ایک مشین سے بلا اختیار کام ہوا کرتے ہیں۔ یا اس کے کام اس طرح ہیں۔ کہ جیسے ایک بااختیار شہنشاہ اپنے منشاء کے مطابق جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب اگر صورت اول ہے۔ تو ایک حد تک آریوں کا دعویٰ درست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر دوسری صورت ہوئی۔ تو اس دعویٰ کے ڈسمس کرنے کے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

خدا فاعل بالخاصہ نہیں ہے

مگر جب ہم پہلی صورت پر غور کرتے ہیں تو اس کا غلط ہونا صحیفہ فطرت میں پاتے ہیں۔ مثلاً جس قدر اس کی مخلوق ہے۔ ہر ایک میں اختلاف اشکال وخواص صاف نظر آتا ہے۔ اور مخلوقات میں سے بعض کسی وقت ظاہر ہوتے۔ بعض کسی دوسری وقت اب یہ ظاہر ہے۔ کہ اگر یہ ساری خلقت ایک مشین کا کام ہوتا۔ تو یہ طرح طرح کے رنگ اور رنگ برنگ کی شکلیں اور نرالی نرالی اشکال کبھی دکھائی نہ دیتیں بلکہ ایک ہی سکہ ہر جگہ نظر آتا۔ مگر یہاں اس کے برخلاف ہر ایک ڈیزائن نظر آتا ہے جو بتاتا ہے کہ ان سب کی خالق کوئی ایسی مشین نہیں ہے کہ جس کو اپنے کاموں پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

ذرا اس پہلو کو یوں بھی سوچ لو کہ اگر خدا کو فاعل بالخاصہ مانا جاوے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر دو قوتیں متضاد جمع ہو سکیں۔ مثلاً پیدا کرنا اور فنا کرنا یہ دو صفات ہیں۔ جو خدا میں مانی گئی ہیں۔ اب اگر یہ دونوں صفات اس میں ہیں۔ تو پھر یہ کیسا بات ہے۔ کہ ایک مدت تک تو اس کی قوت خالقیت کام کرتی رہے اور قوت فنا معطل رہے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ دونوں صفات ہر وقت ہر حالت میں یکساں کام میں لگی ہوئی ہوں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ دنیا میں کوئی وجود بھی موجود نہ ہو۔ ادھر قوت خالقیت اگر پیدا کرنے کے لئے حرکت کرے۔ تو ادھر فنا کی طاقت بھی برابر ہی اپنے جوہر دکھائے۔ اور یوں پرمیشر کی صفت خالقیت کو عملاً مٹا دے۔ اور جب پیدائش نہ ہوگی۔ تو فنا کا ثبوت ہی کیا ہوگا۔ گویا پرمیشر کا وجود ہی ثابت نہ ہو۔

مثال

ہم اس بیان کو اپنے سماجی دوستوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے ایک آسان مثال میں بیان کرتے ہیں۔ جو یہ ہے۔

فرض کرو۔ کہ ایک ایسا انجن ہے کہ جس کے اندر آگے چلنے کی طاقت اور پیچھے چلنے کی قوت یکساں ہے۔ اور اگر یہ دونوں طاقتیں ایک ہی وقت میں اپنا کام شروع کر دیں۔ تو وہ انجن نہ آگے جائے گا۔ نہ پیچھے بلکہ جوں کا توں ہی رہ جائے گا۔ ٹھیک اسی طرح اگر پرمیشر کی قوت خلق اور قوت فنا ایک ہی وقت میں اپنے اپنے کام پر لگ جاویں تو نتیجہ صفر ہی ہوگا۔

خدا فاعل بالارادہ ہے

اب دوسری صورت یہ ہے۔ کہ جب وہ فاعل بالخاصہ نہیں ہے۔ تو فاعل بالارادہ ضرور ہے۔ ہم خود دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے کاموں میں آزاد ہے۔ ایک لحظہ کے اندر وہ کچھ سے کچھ کر دیتا ہے ابھی خشک سالی تھی ابھی ابر دبار اں ہے ابھی خزاں تھی ابھی بہار ہے۔ یہ اس قدر تغیر کیوں ہیں صرف اس لئے کہ ان تغیرات کا پیدا کرنے والا صاحب ارادہ ہے۔ وہ جب جیسا چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ کوئی دوسری طاقت اس کا مقابلہ کرنے والی نہیں ہے۔ اگر وہ خدا فاعل بالارادہ نہ ہوتا۔ تو بتاؤ تو سہی۔ انسان جو اس کی ادنےٰ سی مخلوق ہے اسے ارادہ کہاں سے ملتا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ کہ خالق خود تو عاجز ہو اور مخلوق اس کے برخلاف صاحب حکم ہو مخلوق کے جملہ صفات میں خالق کی قدرت کے ہی کرشمے نظر آیا کرتے ہیں۔ اور جو کمزوریاں ہوتی ہیں۔ وہ بسبب اس کی مخلوق ہونے کے ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ خالق اور مخلوق برابر ہوں۔ خالق غنی ہوتا ہے۔ لیکن مخلوق کا سہارا اسی کی ذات پر ہوتا ہے۔ اگر خالق نہ ہو مخلوق کا ہونا محال ہے۔

مثال

اس پہلو کو صاف کرنے کے لئے ہم انسان کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ دیکھو ایک انسان ایک وقت میں ایک کام بناتا ہے۔ اور پھر جب چاہتا ہے اسے توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ جس طاقت سے ایک وقت دو چیزوں کو ملاتا ہے۔ اسی طاقت سے دوسرے وقت دو چیزوں کو الگ کر لیتا ہے۔ یہ دو مختلف کام کس طرح سے ایک قوت سے سرزد ہوئے؟ ارادہ سے اگر قوت ارادی موجود نہ ہوتی تو دو متضاد کاموں کا ایک ہی طاقت سے کیا جانا محال تھا۔ اسی طرح سمجھ لو۔ کہ خداوند کریم صاحب ارادہ ہے۔ جبھی تو وہ اپنی قوت کاملہ سے جس طرح اور جب چاہتا ہے کام لیتا ہے۔ کیا اس سچی بات سے بھی ہمارے سماجی انکار کریں گے؟

سزا اور جزا

سوامی جی نے مانا ہے۔ کہ پرمیشر ہر ایک انسان کو اس کے عملوں کے مطابق جزا سزا دیتا ہے۔ اب اس کا نتیجہ بھی یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فاعل بالارادہ ہے کیونکہ فاعل بالخاصہ ہونے کی حالت میں تو دو متضاد کام ہو ہی نہیں سکتے۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ اور پھر یہ کہنا کہ پرمیشر ہر ایک کے فعلوں کے مطابق جزا یا سزا دیتا ہے۔ اس کے صاف یہ معنی ہیں۔ کہ جب کوئی مستحق جزا کا ہوتا ہے تب تو خدا تعالیٰ اپنی صفت سزا دہی کو اس شخص سے روک لیتا ہے۔ اور جب کوئی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ صفت رحمت کو اس سے کچھ دیر کے لئے روک لیتا ہے۔ گویا ہر دو حالتوں میں اسے اپنی صفات پر قدرت حاصل ہے۔ ورنہ ہو سکتا تھا۔ کہ بے اختیاری کی صورت میں کسی پر اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی صفت شدید العقاب خود بخود جا پڑے۔ خواہ وہ مستحق ثواب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس صفت پر پرمیشر کا کوئی اختیار نہ تھا۔ منہ زور اور بدلگام گھوڑا اگر کسی غریب بے گناہ پر پاؤں رکھ کر کچل ڈالے تو سوار کا کیا زور ہے کہ اُسے روک لے۔

ممکن ہے کہ کسی مہاشہ کے دِل میں اسوقت یہ گدگداہٹ پیدا ہو رہی ہو۔ کہ اگر خدا قادر ہے اپنی ہر صفت پر۔ تو کیا وہ نیک کو سزا اور بد کو اچھی جزا دے سکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بے شک اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن اس کا چاہنا عدل سے باہر نہیں ہے۔ وہ ظالم نہیں ہے ہزاروں باتیں ہیں۔ کہ جنہیں ہم عاجز انسان بھی کر سکتے ہیں۔ مگر نہیں کرتے۔ کیوں؟ اِس لئے کہ وہ شرف انسانی کے خلاف ہیں۔ پس یاد رکھو کہ کر سکنا اور بات ہے اور کرنا یا نہ کرنا اور بات ہے۔ خداوند کریم اپنی قدوسیت کے برخلاف کبھی نہیں کرتا اور وہ پاک ہے ہر عیب سے اور مالک ہے تمام قدرتوں کا۔

نتیجہ

خدا تعالیٰ کا فاعل بالارادہ ہونا بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔ لیکن ہم خوف طوالت سے اسی قدر بیان پر اکتفا کر کے سوامی جی کی دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جبکہ یہ مان لیا گیا ہے کہ خدا جب چاہتا ہے ایک کام تو کرتا ہے۔ تو اب سوامی جی کا یہ فرمانا۔ کہ "جب سے خدا تب ہی سے اس کے کام" یہ غلط ہو گیا۔ یہ تو صحیح ہے کہ جب سے خدا تب ہی سے اس کے اوصاف ہیں۔ مگر اوصاف کا ظاہر ہونا اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ جب سے اس کے اوصاف ہیں۔ تب ہی سے اس کے افعال بھی ہیں۔ تو پھر کہنا پڑے گا۔ کہ خدا کے اوصاف کے اثر سے پیدا ہونے والے افعال خواہ وہ ایک لحظہ کے لئے ہوں۔ اور خواہ وہ لاکھوں برس تک ہوں۔ وہ پرمیشر کے اوصاف قدیمہ کی طرح سے خود بھی قدیم ہیں۔ جو صریح غلط ہے۔ اس کی کوئی مثال تمام جہان میں نہیں مل سکتی۔ کہ فاعل کا فعل اس کے ہمعصر ہو۔ جیسے کہ سانکھ درشن کے حوالے سے پہلے دکھایا جا چکا ہے۔ اور نیز ایسا ماننے کا لازمی نتیجہ یہ بھی تو ہوا کہ ہم ان فعلوں کو جو حادث ہیں۔ قدیم کہتے ہیں کیونکہ فعل سے مراد ہے کوئی کام جو پرمیشر نے کیا جو پہلے نہ تھا۔ اب اگر یہ فعل تب ہی سے ہے جب سے خدا کی صفات ہیں۔ تو اس کا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ بلکہ پرمیشر کی صفات کی طرح یہ بھی یا تو پرمیشر کی ایک صفت ہے۔ اور قدیم ہے۔ اور یا یہ الگ ایک قدیم وجود ہے۔ بس۔ لیکن ایک گذر جانے والا فعل ہو کر یا یہ ایک خاص وقت سے کسی دوسرے وقت تک ہونے والا امر ہو کر خدا کی صفات کا ہمعصر نہیں ہو سکتا۔ پس یہ دعویٰ کہ جب سے خدا کے اوصاف ہیں۔ تب ہی سے اس کے افعال ہیں۔ غلط ہے۔

اب دوسرا جملہ جو سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں اپنے بیان کی تائید میں لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ

"جیسے پرمیشر کے اوصاف افعال عادات کا آغاز اور اختتام نہیں اُسی طرح اس کے کاموں کا بھی آغاز اور انتہا نہیں" (صفحہ ۲۹۵)

لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ سوامی جی غلطی کھا رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ پرمیشر کے عادات..... اوصاف تو علت ہیں۔ معلول نہیں ہیں۔ اِس لئے بے شک ان کا آغاز اور اختتام نہیں ہے۔ مگر اس کے کام تو معلول ہیں۔ اور ان کا آغاز بھی ہے وگرنہ وہ پرمیشر کے کام کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور جب آغاز ہے تو انتہا نہ ماننا سوامی جی کا ہی کام ہے۔ بھلا آریہ مہاشو! اتنا تو بتاؤ۔ کہ جس کام کا آغاز اور اختتام ہی نہیں پھر تم یا تمہارا پرمیشر..... کس طرح کہہ سکتے ہو کہ فلاں کام کو ہم نے یا ہمارے پرمیشر نے کیا؟

——— (سوچ کر جواب دو) ———

ممکن ہے۔ کہ کوئی سوامی جی کا سیوک ہمارے دلائل سے تنگ آ کر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے اصول پر کار بند ہو کر ہم سے کہے۔ کہ جناب دیکھئے جب سے سورج ہے۔ تب ہی سے روشنی ہے۔ اسی طرح جب سے خدا تب ہی سے اس کے کام ہیں۔ پس سوامی جی کا اصول ٹھیک ہے۔ سو ہم پہلے ہی سے کہے دیتے ہیں۔ کہ مہاراج جو تعلق سورج کا اس کی روشنی سے ہے۔ وہ تعلق خدا اور اس کے کاموں میں نہیں ہے۔ روشنی سورج کا معلول نہیں ہے۔ بلکہ اس کی صفت ہے۔ اور کام خدا کی صفت نہیں ہیں۔ بلکہ اسکے معلول یا یوں کہو کہ خدا کی صفات کے اثرات ہیں۔ پس پہلے دعویٰ اور دلیل کو درست کر لو۔ پھر خود بخود حقیقت کھُل جائے گی۔ کیا تم نہیں جانتے جب تک سورج ہے۔ روشنی اس کے ساتھ رہے گی۔ کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے جدا نہیں ہو گی۔ مگر خدا کے کام تو ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ کہ آج ہیں اور کل نہیں۔ آج دنیا بنی ہوئی ہے پرلے کے وقت کہاں ہو گی۔ اس وقت یہ ترکیب نہ ہو گی پس یہ ترکیب جو خدا کا فعل ہے حادث ہے اور خدا کی ذات قدیم ہے۔ پھر دونوں ہمعصر کیسے ہو سکتے ہیں۔ اگر خالق اور مخلوق کو ہمعصر مان لیا جائے۔ تو پھر خالق اور مخلوق میں فرق کیا رہا۔ اور یہ کیسا فضول و مہمل اصول ہے۔ کہ جب سے خالق تب ہی سے مخلوق ہے۔ خالق کو ازلی سب مانتے ہیں مگر مخلوق ہو اور ازلی ہو یہ کسی نے نہ کبھی مانا ہے اور نہ مانا جا سکتا ہے۔

ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے۔ کہ خدا کے کام اس قدر ہیں۔ کہ انسان ان کے شمار سے عاجز ہے۔ اور وہ اپنے کاموں کو جب تک چاہے باقی رکھ سکتا ہے۔ اور جب چاہے توڑ سکتا ہے۔ پس ان معنوں میں اگر خدا کے کاموں کو بے انتہا کہا جائے تو ہم بھی آمنّا و صدقنا کہتے ہیں۔ لیکن ہم ایک منٹ کیلئے بھی یہ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ کہ وہ خدا جس نے انکو کیا ہے۔ وہ ہی ان کے شمار سے ناواقف ہے نہیں ہرگز نہیں۔ جو کام کئے گئے۔ وہ بے شمار نہیں ہو سکتے۔ اور ہم ان کے شمار سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ مگر کرنے والے سے ان کا شمار پوشیدہ نہیں ہے۔ (باقی دارد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثنائی مشن

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اشتہار "آخری فیصلہ" نے مولوی ثناء اللہ صاحب کا ایسا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ کہ اب مولوی صاحب کی ؎ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کا مصداق ہو رہے ہیں۔ اشتہار "آخری فیصلہ" اس لئے لکھا گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ایسا بیّن فرق کر کے دکھلایا ہے۔ کہ فریق مخالف نے جو طریق فیصلہ مقرر کیا۔ یعنی

"خدا تعالیٰ جھوٹے۔ دغاباز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں۔" (اہل حدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء)

اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب ماشاء اللہ بقید حیات زندہ موجود ہیں۔ اور لمبی عمر پا رہے ہیں۔ اس سے زیادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے؟

مولوی ثناء اللہ صاحب اب اس بات پر بہت نادم ہیں۔ کہ میں نے کیا کیا۔ کیونکہ عقلمندوں کے سامنے مُنہ دکھانے کے قابل نہیں۔ اِس لئے وہ ہمیشہ اس فیصلہ پر جو اللہ تعالیٰ نے کیا پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہر بار انہیں ناکامی کا منہ ہی دیکھنا پڑتا ہے۔ جس کا ہمیں بھی بہت افسوس ہے۔

ناظرین! اشتہار آخری فیصلہ نے ایسا فیصلہ کر دکھایا ہے۔ کہ خود مولوی صاحب کی فطرت پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ تمہیں "لمبی عمر" مل گئی۔ اسلئے اور بھی..... کام کر لو۔ لیکن اس فطرتی آواز کو دبانے کے لئے مولوی صاحب ہمیشہ نئے نئے حیلے کرتے رہتے ہیں۔ جو ہمیشہ بے کار ثابت ہوئے۔ سب سے اول مولوی صاحب لکھا کرتے تھے۔ کہ اشتہار آخری فیصلہ مباہلہ تھا۔ اس کے بعد لکھنا شروع کیا کہ "یکطرفہ دعا تھی۔"

جب اس طرح بھی کام نہ چلا۔ تو مولوی صاحب یہ لکھنے لگے ہیں۔ کہ "اشتہار آخری فیصلہ پیشگوئی تھا" (مولوی صاحب یہ تخالف اور تہافت کیوں اس لئے کہ دروغگو را حافظہ نباشد) مولوی صاحب کا یہ لکھنا ہی تھا۔ کہ اخویم بابو فخر الدین صاحب ملتانی نے آڑے ہاتھوں لیا۔ اور سہ صدی النعامی چیلنج دیدیا۔ کہ دکھاؤ۔ یہ پیشگوئی کہاں ہے۔ اور انعام لو۔ جس پر مولوی صاحب نے کہا کہ منصف ہونے چاہئیں۔ ملتانی صاحب نے ان کے پیش کردہ مجوزہ منصف ہی مان لئے۔ لیکن مولوی صاحب کو اس معاملہ میں بھی منہ کی کھانی پڑی۔ اور مولوی صاحب ایسے گرے کہ ان کو چاہیئے تھا کہ پھر اس کا نام نہ لیتے۔

لیکن مولوی صاحب نے اب پھر خدا ہوش سنبھالی۔ تو پھر یہی راگ الاپنا شروع کر دیا کہ "آخری فیصلہ پیشگوئی تھا" جس کا جواب خاکسار نے فاروق ۱۴ جنوری میں دیا تھا۔ کہ نکالو وہ پیشگوئی کہاں ہے؟ اس پر مولوی صاحب اہلحدیث یکم فروری ۳۵ء میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اعلان مرزا صاحب کو دیکھنا چاہیئے۔ اس میں یہ فقرہ ہے۔ کہ

"اگر میں کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر اوقات آپ (مولوی ثناء اللہ) اپنے ہر ایک پرچے میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ (اشتہار آخری فیصلہ)

بتائیے! یہ جملہ شرطیہ ہے یا نہیں۔ اور جملہ شرطیہ جملہ خبریہ کی قسم ہے یا نہیں۔ یقیناً ہے۔ یہ ہے میری ایک دلیل"

ناظرین کرام! (آپ نے ملاحظہ فرما لیا ہے کہ کیسا صاف لکھا ہے۔ کہ "مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مر جائیگا" مولوی صاحب اسی پر تے پہ تتا پانی) یہ ہے وہ دلیل جس کی بناء پر مولوی ثناء اللہ صاحب پھولے نہیں سماتے۔ جملہ شرطیہ اور خبریہ کی بحث تو آپ اس سے قبل فاروق ۱۴ جنوری ۳۵ء میں پڑھ چکے ہیں۔ لیکن آج میں ایسے دو گواہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جن سے مولوی صاحب کا کذب روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائیگا۔ اور آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اب لوگوں کو صریح دھوکا دینے کی خاطر یہ سازش کی جا رہی ہے۔

گواہ اول } یہ اشتہار جو "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" کے نام سے مشہور ہے۔ جری اللہ فی حلل الانبیاء سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ کیا حضورؑ نے اس کو پیشگوئی قرار دیا ہے؟

حضرت اقدس نے تو صاف طور پر فرما دیا ہے۔ کہ "یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں"

(اہل حدیث ۲۶ اپریل ۰۷ء)

پس جب خود حضور علیہ السلام اس کو پیشگوئی قرار نہیں دیتے۔ تو مولوی صاحب کا اس کو پیشگوئی قرار دینا کہاں تک درست ہے۔

گواہ دوم } حضور کے مدمقابل مولوی ثناء اللہ صاحب تھے۔ کیا اس وقت مولوی صاحب نے یہ سمجھا۔ کہ یہ پیشگوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"اس کو بطور الہام یا پیشگوئی کے شائع نہیں کیا"
(اہل حدیث ۲۶ اپریل ۳۵ء)

پس مولوی صاحب جب آپ خود اپنے ہاتھ سے لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ پیشگوئی نہ تھا۔ تو کیا اب یہ پیشگوئی ہے کیا وجہ ہے۔ کہ اس وقت یہ اشتہار آپ کو پیشگوئی معلوم نہ ہوا۔ لیکن اب پیشگوئی معلوم ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ جب آپ کو اپنا باطل پر ہونا ظاہر ہو گیا تو آپ نے یہی خیال کیا کہ کسی طرح دنیا کو دھوکہ دیا جائے۔ مگر ؎

این خیال است و محال است و جنون

سہو آئیت پچھلے مضمون میں غلطی سے "الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین" لکھا گیا۔ جس پر مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ آیت اس قرآن میں ہوگی جس میں بقول مرزا صاحب "قادیان" کا نام مذکور ہے"۔ (اہل حدیث یکم فروری) اگر مولوی صاحب خاکسار کی غلطی کا ہی اظہار کرتے۔ تو کوئی حرج نہ تھا۔ کیونکہ آخر انسان "مرکب من الخطاء والنسیان" ہے۔ لیکن خدا کے مسیح پر حملہ کر کے ایک اور ذلت خرید لی۔ کہ خود آپ سے ہی ایک آئیت غلط لکھی گئی۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں "کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم" (اہل حدیث ۱۵ مارچ ۳۵ء)

کیوں مولوی صاحب ہم بھی حق رکھتے ہیں۔ کہ آپ سے پوچھیں کہ یہ کس قرآن میں؟ آئندہ ذرا ہوش سے اعتراض کیا کریں۔

دوسری دلیل اشتہار آخری فیصلہ کے پیشگوئی ہونے کی مولوی صاحب یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ

میاں محمود خلیفہ قادیان خود لکھتے ہیں "جب حضرت اقدس نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی۔ تو یہ ایک وعید کی پیشگوئی ہو گئی"۔ (تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۹۷ (یہ رسالہ تو صفحہ ۹۷ سے شروع ہی نہیں ہوتا محمد شریف)

"یہ ہے میری دعویٰ کی دوسری دلیل کہ اشتہار آخری فیصلہ ایک پیشگوئی تھی۔ جو بالکل سچی نکلی"۔ (اہلحدیث یکم فروری ۱۹۳۵ء)

ناظرین کرام یہ ہے مولوی صاحب کی دوسری مایہ ناز دلیل۔ مگر ہم حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پوری تحریر درج کرتے ہیں۔ جس سے مولوی صاحب کی علمیت کا علم ہو جائے گا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے جس کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ جب حضرت اقدس کا الہام تھا۔ کہ تیری دعا سنی گئی۔ تو پھر آپ پہلے کیوں فوت ہوئے۔ سو یاد رہے کہ اس کا جواب میں اوپر دے آیا ہوں۔ کہ کسی نبی کی بعثت کی اصل غرض بعض اشخاص کی وفات یا بعض جگہوں کی تباہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اصلاح ملک اصل غرض ہوتی ہے۔ پس وعید کی پیشگوئیاں اگر ٹل جاتی ہیں۔ تو صرف اس وجہ سے کہ اصلاح کی کچھ اور صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جب حضرت اقدس نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی۔ تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہو گئی۔ پس چونکہ وعید کی پیشگوئیوں کی بھی اصل غرض اصلاح ہوتی ہے۔ اِس لئے وہ اسی رنگ میں پوری ہوئی جس طرح اتمام حجت ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اگر اس کے برخلاف ثناء اللہ حضرت کی زندگی میں مر جاتا تو اس کے ساتھی کہتے کہ چونکہ یہ فوت ہو گیا ہے۔ اور حضرت اقدس زندہ رہے۔ اسلئے وہ ہمارے استاد کے قول کے مطابق اور فیصلہ کی شرط کے مطابق نعوذ باللہ مسیلمہ کذاب کی مانند ثابت ہوئے۔ پس خدا تعالیٰ نے جو کچھ وعدہ دیا تھا۔ وہ یہی تھا۔ کہ سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھاؤں گا۔ اور یہی انذاری پیشگوئی کی غرض ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کے مطابق اور فیصلہ کی شرط کیمطابق اس کو ملزم کرنے کیلئے خداوند تعالیٰ نے اسی کے قول کے مطابق اس کو ڈھیل دیکر مسیلمہ کذاب کا ہم مرتبہ ثابت کیا۔ اور دوسرے یہ کہ کیا حضرت اقدس کی وفات سے جو اس کی نسبت الہام تھے۔ وہ ہی منسوخ ہو گئے؟ نہیں وہ تو جب تک مرتا نہیں اس کے ساتھ ہیں۔ اور انکے عذاب سے یہ اسوقت بچ سکتا ہے جب توبہ کرے۔ اور رجوع لائے۔ ورنہ یاد رہے کہ خدا کا کلام کبھی نہیں ٹلتا۔ اور بغیر پورا ہوئے نہیں رہتا۔ پس حضرت صاحب کی دعا پر یہی کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ ضرور قبول ہوئی اور دعا کی بجائے ایک انذاری پیشگوئی میں بدل گئی۔ اور جب اس نے جھوٹے کیلئے ڈھیل ملنے کی شرط مقرر کی تو اس کو ڈھیل دی گئی۔ اور اپنے وقت پر وہ پیشگوئی بھی اپنا رنگ دکھلائیگی"۔

ناظرین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ساری عبارت آپکے سامنے ہے اس میں کہیں لکھا ہے کہ حضور نے پیشگوئی کی تھی "کہ ثناء اللہ میری زندگی میں مر جائیگا" ہرگز نہیں بلکہ صاف لکھا ہے:۔

"پس خدا تعالیٰ نے جو کچھ وعدہ دیا تھا۔ وہ یہی تھا کہ سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھلاؤں گا۔ اور یہی انذاری پیشگوئی کی غرض ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کے مطابق اور فیصلہ کی شرط کیمطابق جھوٹے کیلئے ڈھیل ملنے کی شرط مقرر کی تو اس کو ڈھیل دی گئی۔ اور اپنے وقت پر وہ پیشگوئی بھی اپنا رنگ دکھلائیگی"۔

مولوی صاحب! یہ ہے وہ آپکے دو دلائل جن کے متعلق آپ نے لکھا تھا "کوئی ہے جو سامنے آئے"۔ ان کا جواب دینے کے بعد کیا میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ "کوئی ہے جو آپکی عقل پر ماتم کرے"۔ کیونکہ اسوقت آپنے لکھا تھا "یہ تحریر تمہاری (جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے) بھی منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے"۔

(خاکسار چوہدری محمد شریف مولوی فاضل)

(رضاء الاسلام پر کسی قادیان سے شائع کیا)